© rasailojaraid.com

درسِ حدیث

ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

ارشادات حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

مقاماتِ عبدیت و الوہیت

قسط ۔ ۲

(دارالعلوم حقانیہ میں دئے گئے درسِ بخاری کی دوسری اور آخری قسط)

عبد کا کام یہ ہے کہ نیّت سے بھی رجوع کرے اسکی طرف اور عمل سے بھی رجوع کرے۔ قلب سے متوجہ ہوگا وہ نیّت ہوجائے گی، قالب سے متوجہ ہوگا وہ عمل ہوجائے گا۔

تصحیح نیّت | تو درحقیقت اس حدیث میں بیان کئے گئے مقاماتِ عبدیت۔ بندے کا کام یہ ہے کہ نیّت صحیح ہو۔ نکاح کرے تو نیّت صحیح ہو۔ ہجرت کرے تو اسکی بھی نیت صحیح ہو۔ دولت کمائے تو بھی نیت صحیح اور نیّت صحیح کے معنی حسبۃ کے ہیں یعنی ہر چیز لرضاء اللہ اور لوجہ اللہ ہو، اور یہ کام بندے کا ہے۔ حق تعالیٰ معاذ اللہ نیّت کے پابند نہیں، وہاں نیّت کا کیا دخل، وہ تو بری ہے ہر چیز سے۔ نیّت تو درحقیقت عبادت ہے اور وہ عبادت سے بری ہے، وہ تو معبود ہے۔ اس واسطے انما الاعمال بالنیات۔ میں تو مقاماتِ عبدیت بیان کئے اور اخیر حدیث میں مقاماتِ الوہیت اور بیچ میں ہیں ابواب علم کے، عمل کے، اور اعتقاد کے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان اعمال اور ان اعتقادات میں نیّت صحیح کرو تاکہ قرب پیدا ہو اور جب قرب پیدا ہوگا تو ثمرات مرتب ہوں گے، کہ میزانِ عمل بھر جائے گی تمہاری۔

صحیح بخاری کی جامعیت | تو اور جنیع امام بخاریؒ کی وہ تو ہیں حدکمال تک۔ لیکن یہ صنعت اوّل و آخر کی یہ بھی حدکمال کی ہے کہ بندے کو بندگی سمجھائی اور اخیر میں الوہیت کے مقامات کی طرف اشارہ کیا۔ اور بیچ کے اندر آگئے تمام ابواب، اس میں عبادات بھی ہیں، معاملات بھی ہیں، معاشرت بھی ہے، سیاسیات بھی ہیں۔ انتظامیات بھی ہیں۔ سارے ابواب دین کے آجاتے ہیں بخاری کے اندر اور اوّل و آخر کو نیّت اور میزانِ عمل سے گھیر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ دو کنارے صحیح رہیں تو عبادت بھی قبول، معاشرت بھی قبول، سب ذریعہ بن جائیں گے ۔

© rasailojaraid.com

رضائے خداوندی کے، اس واسطے میں نے اوّل کی حدیث بھی تلاوت کر دی اور آخر کی حدیث بھی اور اوّل با آخر نسبتے دارد۔ ان دونوں میں باہم ایک نسبت ہے اور وہ نسبت یہی ہے کہ بندہ ابتداء سے چلے اور انتہاء کے مقام پر پہنچ جائے اور امت علم وعمل وعبادت سب کو لیتا ہوا چلے اور انجام کار پہنچ جائے میزانِ عمل تک۔ یہ آپ کے اعمال ہی درحقیقت تولے جائیں گے

اعمال میں وزن آتا ہے نیّت سے | اور اعمال میں وزن ہوگا نیّت سے۔ اگر نیّت صحیح ہے۔ اخلاص صحیح ہے تو وہ عمل وزنی ہوگا۔ اگر عیاذاً باللہ نیت صحیح نہیں تو کتنا ہی بڑا عمل ہوگا نا قبول ہوگا۔ تو اللہ کے ہاں صورت نہیں دیکھی جائے گی کہ ڈھیل ڈھول کتنا ہے، پھیلاؤ کتنا ہے، بڑا کتنا ہے۔ بلکہ وہاں وزن دیکھا جائے گا کہ اندر کتنا اخلاص ہے، کتنا حسن نیت ہے، کتنا صدق و ہے۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم واموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم۔ اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتیں دیکھتا ہے، نہ تمہارے اعمال کی صورتیں دیکھتا ہے — تمہارے اندر بھی دیکھتا ہے، کہ دلوں میں کیا ہے اور عمل میں بھی دیکھتا ہے۔

بعض دفعہ چھوٹا سا عمل ہوتا ہے اور کمال اخلاص سے آدمی انجام دیتا ہے وہی ذریعہ نجات کا بنتا چلا جاتا ہے۔ اور بعض عمل بہت بڑا ہوتا ہے صورت کے لحاظ سے مگر نیت ٹھکانے نہیں ہے، وہی ذریعہ بن جاتا ہے حبط اعمال کا۔ اسی طرح ایک عمل چھوٹا ہوتا ہے نیک لیکن معلوم نہیں کہ کس کمال خلوص سے ادا کیا گیا کہ وہ ذریعہ بن جاتا ہے مغفرت کا۔

عمل صالح کے حرص کی ایک عجیب مثال | امام ابوداؤدؒ محدّث جلیل ہیں، کتاب پڑھائی جاتی ہے ان کی نصاب میں، ابوداؤد شریف ——— ان کے تراجم میں لکھا ہے کہ کسی دریا کے کنارے پر کھڑے ہوئے اور تقریباً پچاس سو قدم کے فاصلہ پر جہاز کھڑا ہوا۔ گودیاں تو تھی نہیں اس زمانہ میں کہ پلیٹ فارم سے لگ جائے جہاز۔ تو جہاز پرے کھڑا ہوا تھا، اور امام ابوداؤدؒ کنارے پر تھے، جہاز میں کسی شخص کو آئی چھینک، اس نے بہت زور سے کہا الحمدللہ، ان کے کان میں آواز پڑی۔ تو مسئلہ آپ بھی جانتے ہیں کہ چھینک لینے والا الحمدللہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہنا اخلاقی فرض ہے مگر اس کے لئے مجلس شرط ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی بازار میں چھینک مار کر الحمدللہ کہے تو آپ سفر کر کے جائیں یرحمک اللہ کہنے کے لئے۔ امام ابوداؤدؒ پر واجب نہیں تھا کہ وہ یرحمک اللہ کہتے۔ وہ کنارے پر تھے اور جہاز آدھے فرلانگ کے فاصلہ پر دور۔ مگر یہ حضرات عمل

© rasailojaraid.com

کے بارے میں حریص ہوتے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی چھوڑنا نہیں چاہتے۔ جیسے دنیا دار پیسے پیسے کے لئے حریص ہوتے ہیں۔ کہ ہزار ہو جائیں تو کہیں کہ دس ہزار ہو جائیں۔ دس ہزار ہو جائیں تو کہیں کہ ایک لاکھ کے مالک ہو جائیں۔ اگر جنگل بھر کے بھی ان کو سونے کا دیں تو لابتغی ثالثاً وہ ضرور دوسرا جنگل مانگیں گے۔ حرص کی وجہ سے۔ ان اہل اللہ کو حرص ہوتی ہے عمل صالح کی کہ جتنا کمالے۔ گویا ساری جنت کو سمیٹ لینا چاہتے ہیں اپنے لئے۔ مگر اس کے معنی بخل کے نہیں، یہ چاہتے ہیں کہ ساری جنت پر قبضہ کریں اور اپنے ساتھ جو وابستہ ہیں ساتھ لے جائیں۔ معاذ اللہ خود غرضی لاحق نہیں کہ تنہا چلے جائیں۔ بلکہ سب متعلقین کو اپنے ساتھ پہنچائیں گے ...... بہرحال چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی نہیں چھوڑنا چاہتے۔ تو کان میں پڑا الحمدللہ، تو تین روپیہ میں کشتی کرایہ پر لی۔ اس میں بیٹھ گئے کہ جہاز کو پہنچ جائیں۔ وہاں جا کے یرحمک اللہ کہا تو لکھتے ہیں اہل تراجم کہ غیب سے ایک آواز کان میں پڑی، بولنے والا نظر نہیں آتا تھا کہ اے ابوداؤد آج تین درہم میں تم نے جنت خرید لی۔ اب امام ابوداؤد کتنے تہجد پڑھے ہوں گے۔ کتنی محدثیں روایت کی ہوں گی۔ کتنے جہاد کئے ہوں گے۔ کتنے اعمال صالحہ کئے ہوں گے۔ اور جنت کی خریداری میں لکھ رہا ہے تین درہم تو معلوم ہوتا ہے کہ کامل اخلاص سے وہ عمل کیا وہ اتنا وزنی بن گیا کہ وہ ہی ذریعہ بن گیا نجات کا۔

اخلاص کی قوت | تو اصل میں عمل کو مقبول بنا دینے والی چیز وہ ہوتی ہے اخلاص کی قوت۔ عمل بمنزلہ ایک ڈھانچے کے ہے اور روح اس کے اندر نیت ہے۔ اگر یہ روح نہ ہو تو عمل کا ڈھانچہ لاش کی مانند ہے۔ اور لاش کا انجام ہے پھٹنا، پھولنا، سڑنا، گلنا۔ اسی طرح عمل اس کیلئے روح ہے اخلاص، وہ آخرت تک پہنچیگا اور مضبوط ہو کر پہنچے گا، اس پر ثمرات مرتب ہوں گے۔ تو امام ابوداؤدؒ نے تین درہم میں جنت کمائی۔ اسی طرح جو بھی حدیث آپ پڑھ لیں تو اسکو کم درجے کا نہ سمجھیں۔ ایک حدیث پڑھنے کی بھی اگر توفیق ہو جائے تو دنیا و ما فیہا ہمارے ہاتھ آگئی۔ جنت میں تو ایک کوڑے کے برابر ایک جوتے کے تسمے کے برابر بھی جگہ مل جائے تو سعادت ہے۔ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

قرآن و حدیث جنت کے درجات ہیں | تو وہ جنت یہ قرآن و حدیث تو ہے۔ بلکہ بعض روایات میں تو فرمایا گیا کہ قرآن مجید کی جتنی آیتیں ہیں اتنے ہی درجات ہیں جنت میں۔ اور بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیتیں خود درجات ہیں جنت کے۔ وہاں جا کر متمثل ہوں گی نعیم مقیم کی کی صورت میں۔

© rasailojaraid.com

تمثلِ اعمال کی عجیب مثال

یہاں ان کی شکل عمل کی ہے۔ وہاں جاکر ان کی شکل بن جائیگی نعمت کی۔ تو چیز ایک ہی ہے۔ دارِ دنیا میں ان کا لباس ہے عمل کا۔ اور دارِ آخرت میں ان کا لباس ثمرہ اور جزاء کا۔ تو یہی بعینہ وہاں جاکر باغ و بہار کی صورت اختیار کریں گے۔ وہ ہمارے بچپن میں ایک کھلونا آیا کرتا تھا یورپ سے، ایک پیکٹ ہوتا اس میں بارہ ٹکیاں ہوتیں اور دو آنے میں ملا کرتا تھا۔ وہ ٹکیہ لے کر بچے بیٹھ جاتے تھے اور پانی ڈال لیتے تھے ایک کٹورے میں۔ پھر ایک ٹکیہ اس میں ڈال لیتے منٹ بھر کے بعد ٹکیہ پھٹتی تو کسی سے پھول نکل آتا۔ کسی میں سے انجن، کسی میں ریل کا ڈبہ نکل آتا بچے خوش ہوتے کہ گولی کا انجن بن گیا۔ گولی کا پھول بن گیا۔ گویا کاریگر نے ایسی ساخت سے اس گولی کو بنایا تھا کہ جب وہ کھلے تو کسی نہ کسی صورت میں نمایاں ہو جائیں۔ گویا کاریگر نے ایسی ساخت سے ان گولیوں کو بنایا تھا کہ وہ جب کھلے تو پھول کی صورت میں نمایاں ہو جائیں۔

آیات کی نعمت کی شکل میں ظاہر ہونے کی ایک اور مثال

آتش بازی آپ نے دیکھی ہوگی کہ آتش بازی میں ایک چکر ہوتا ہے بانس کا، اس کے سر پر مسالہ اور بارود وغیرہ لگا دیتے ہیں لیکن جب اس کو آگ دیکر چھوڑتے ہیں تو کسی میں سے آگ کا بنا ہوا گھوڑا اور کسی میں سے سوار نکل آتا ہے۔ وہ دوڑ رہا ہے۔ فضا کے اندر یہ کاریگر کی صناعی ہوتی ہے کہ ایسے انداز سے وہ مسالہ لپیٹا ہے کہ جب وہ کھلے تو گھوڑے کی شکل بن جائے تو ان گولیوں میں بھی صنعت ہے اور یہ ہے بندوں کی صنعت۔ تو اللہ نے ان آیات کو ایسی صورت سے ترتیب دیا ہے کہ جب وہ کھلے گی تو باغ و بہار بن جائے گی یہاں ان کی شکل آیت کی ہے وہاں ان کی شکل نعیم مقیم کی بن جائے گی۔

دوسری مثال

چیز ایک ہی ہے دار بدلنے سے، وطن بدلنے سے، ہیئت اس کی بدل جاتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی انجینئر جب کوئی کوٹھی بناتا ہے، تو سب سے پہلے کوٹھی اسکی قلب میں بنتی ہے۔ اتنی کھڑکیاں، دروازے اور رنگ و روغن سب وہ دل میں ذہنی آئینے میں تصور میں دیکھتا ہے، وہی کوٹھی بعینہ بنی بنائی تیار ہے۔ پھر اس کا نقشہ وہ کاغذ پہ کھینچتا ہے پنسل یا قلم سے اور وہی کوٹھی کا نقشہ کاغذ پہ آجاتا ہے۔ اور پھر اس کے مطابق زمین پر وہ اینٹ سے کوٹھی تیار کرتا ہے تو کوٹھی درحقیقت ایک ہی ہے، جو کاغذ اور زمین پر آئی — ذہن کا ظرف لطیف ہے تو اسکی شکل بھی مادی نہیں تھی، کاغذ پہ آیا تو اسکی شکل روشنائی اور لکیروں کی بن گئی دنیا کے میدان میں زمین پہ آیا تو اسکی شکل اینٹ پتھر کی بن گئی، مگر جو اصل نقشہ ہے وہ بعینہ وہی ہے جو انجینئر کے دل میں تھا۔ لباس بدلتے رہے وطن کے بدلتے رہنے سے شے ایک ہی رہی۔ اسی طرح یہ

© rasailojaraid.com

آیات الٰہیہ اور اعمال صالحہ ہیں، یہاں ان کی شکل عمل کی ہے۔ جب وطن بدل جائے گا، آخرت میں تو ان کی شکل نعیم مقیم کی بن جائے گی۔

اعمال صالحہ آخرت میں سواری بن جائیں گے | تو یہاں یہ عمل جو آپ کر رہے ہیں، یہ عمل بھاری بھی ہے، شاق بھی، مگر صبر و تحمل سے اطاعت کے طور پر انجام دے رہے ہیں۔ تو یہاں یہ عمل آپ کے سر پر سوار ہے بوجھ ہے آپ کے لئے مگر آخرت میں جائے گا تو آپ کا بوجھ اٹھائے گا۔ آخرت میں آپ کے لئے قابلِ حمل و نقل بن جائے گا۔ آپ اس پر سوار ہوں گے

آیاتِ الٰہیہ اور اعمال کا آخرت میں متشکل ہونے کی حقیقت | بالکل اسی طرح جیسے آپ سفر کرتے ہیں تو ایک بسترہ چھوٹا سا باندھا ایک بکس لیا بکس سر پر رکھا بستر کہ بغل میں دابا بکس بھی آپ کے سر پر سوار ہے اور بستر بھی آپ کے سر پر۔ ٹھکتے ہوئے ہانپتے کانپتے ہوئے جا رہے ہیں، سرائے میں جب پہنچے تو بسترہ بچھایا اب بستر نیچے ہے اور آپ اوپر اور وہ بکس بن گیا آپ کے لیئے تکیہ تو اثنائے سیر میں آپ کے اوپر بار تھا عمل اور منزل پر پہنچ کر وہ آپ کیلئے بستر بن گیا۔ بعینہٖ وہاں کی مثال ہے یہ اعمال بھاری ہیں صبر و تحمّل کرنا پڑتا ہے، مگر وہاں جاکر یہ عمل ہمارے لئے سواری بن جائے گا۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ : سمنوا ضحایاکم فانھا علی الصراط مطایاکم تم قربانیوں کو فربہ کیا کرو کہ یہی تمہارے لئے سواریاں بنیں گی پل صراط پر۔

تو یہاں قربانی گویا ہمارے سر پر سوار ہے، بوجھ ہے، کہ سینکڑوں روپیہ خرچ کرنے کے بعد دل کڑ رہا ہے کہ ایسے محبوب جانور کو ذبح کر دیا، اپنے ہاتھوں سے کاٹ چھانٹ دیا، اور وہاں جاکر ہم اس کے اوپر سوار ہو جائیں گے۔ حدیث میں فرمایا گیا کہ السخاء شجرۃٌ فی الجنّۃ۔ یہ سخاوت جنت کے اندر ایک درخت کی صورت میں نمایاں ہوگا ——— جیسے آپ نے سخاوت کی کسی غریب کی خبرگیری کی، کسی کو چار پیسے دئیے۔ تو وہ آپ کی سخاوت کے زیرِ سایہ پل رہا ہے، پھل کھا رہا ہے۔ تو آپ نے سایہ کر دیا سخاوت سے۔ اس سے غریب آدمی کو پھل ملا، سایہ بھی اور راحت بھی ملی، یہی عمل وہاں جاکر درخت بنے گا۔ آپ اس کے پھلوں سے فائدہ اٹھائیں گے، سو یہی سخاوت متمثل ہو گئی وہاں جاکر درخت کی صورت میں ——

ہر عمل کی کوئی نہ کوئی صورت ہوگی | تو ہر ایک عمل کو کوئی نہ کوئی صورت دیں گے حق تعالیٰ قیامت کے دن۔ یہ اعمال متجسّد اور متشکل بن جائیں گے۔ اور یہ یومِ حشر سے ہی شروع ہو جائیگا۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ عرصات حشر میں، قیامت کے میدان میں ہر آدمی کے سامنے دو چیزیں ہوں گی،

© rasailojaraid.com

ایک جہنم جس سے ہیبت ناک آوازیں آتی ہوں گی اور ایک اس کے اعمال جو قطار باندھے ہوئے کھڑے ہوں گے ان کو شکلیں دے دی جائیں گی عمل کے مناسب، گویا پوری دنیا مجسّم کر کے سامنے کر دی جائے گی — ایک آدمی بیٹھا ہوا دیکھے گا اپنے کو کہ میں فلاں برائی کر رہا ہوں اور سات کوٹھڑیوں کے اندر اور فلاں وقت میں، بعینہ وہی ہیئت وہ زمانہ وہ مکان سب وہاں منتقل کیا جائے گا۔ اسے نظر آئے گا۔ کہ میں اس زمانہ اور مکان میں بیٹھا ہوا اس حرکت میں مشغول ہوں تو یہاں کا زمانہ مکان اور ہر عمل اور اسکی ہیئت کذائی بھی وہاں لوٹا دی جائے گی —

موجودہ سائنس سے ایک مثال | اور یہ کوئی عجیب بات نہیں، آج کی سائنس نے تو اسے بالکل آسان کر دیا ہے، دہلی ہندوستان میں دلی میں ایک نمائش ہوئی، مختلف یورپین ممالک نے اپنے اپنے سٹال لگائے اور اپنی اپنی ایجادات دکھلائیں انہوں نے، تو روس کی طرف سے آیا تھا ٹیلی ویژن۔ تو اس میں دیکھنے کے لئے ہم لوگ گئے تو ہم نے کہا کہ کوئی عجیب چیز دکھلاؤ اپنے روس کی، اس نے ایک ٹیلی ویژن دکھلایا اور اس نے کچھ مشینوں سے برابر کیا کہ ہمیں یوں نظر آیا کہ چین کا ایک جنگل ہے جس میں عورتیں دھان بو رہی ہیں، تو چینی عورتوں کا طریقہ یہ ہے کہ دھان بوتے بوتے کچھ گیت گاتی جاتی ہیں، دھان لگاتی جاتی ہیں۔ ان کی آواز بھی آ رہی ہے چینی زبان میں ان کے گانے کی، یہ دیکھا ہم نے واقعی عجیب چیز تھی۔ ہم یہ دیکھ رہے تھے رات کے وقت اور وہاں ظہر کا وقت تھا گویا بارہ ایک بجے ہوں گے، اس میں وہی وقت نظر آتا تھا۔ ویسی ہی دھوپ پھیلی ہوئی ہے، وہی وقت ہے۔ تو ٹیلی ویژن والوں کو تو اللہ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ ایک وقت کو متمثل کر کے دوسرے وقت میں دکھلا دیں عشاء کے وقت میں ظہر کا وقت دکھلا دیں، چین کا جنگل ہندوستان میں دکھلا دیں، حرکت کرنے والیاں ہمیں یہاں نظر پڑیں، آوازیں ان کی سنائی دیں۔ ایک وقت ایک مکان میں دوسرا وقت اور دوسرا مکان نمایاں کر دیا تو اللہ نے یہ قدرت انسان کو دی، عقل دیا تو اللہ کی قدرت کیا ایسا نہیں کر سکتی کہ دنیا کے سارے اعمال اور سارے زمانے اور سارے مکان لوٹا کر آخرت میں سب کے سامنے پیش کر دئے۔ جو اس کو مان سکتا ہے کیا وجہ ہے کہ وہ اُسے نہیں مانے گا۔

سائنسی ایجادات اور عالم غیب | جو یہاں کی ایجاد کو مانتا ہے وہاں کی ایجاد کو بھی مانے گا۔ اور جب کہ یہاں کی ایجاد بھی انسان کی ذاتی نہیں۔ اللہ نے ہی تو یہ عمل اور عقل دیا جس سے ایسی ایجاد کرتے ہیں تو جس کے دئے سے ہم اس پہ پہنچ گئے۔ تو جو سرچشمہ ہے ان کمالات کا وہ اس سے زیادہ

© rasailojaraid.com

بنا دے تو کونسی تعجب کی بات ہے تو بہرحال یہ آیتیں یہ اعمال یہاں عمل کی صورت میں ہیں وہاں جاکر نعیم مقیم اور باغ و بہار کی صورت بن جاتے ہیں۔ ایک آدمی یہاں معاذ اللہ زنا کرتا ہے، وہ سانپ اور بچھو حالت زاہنہ میں لپیٹ رہا ہے اپنے بدن سے، مگر شکل نمایاں نہیں، قیامت کے دن شکل نمایاں ہو جائے گی کہ وہ زنا نہیں تھا۔ بلکہ سانپ اور بچھو تھا، وہ چوری نہیں تھی بلکہ عذاب تھا۔ عذاب الیم جو وہاں لپٹا تھا شکل یہاں آگے بن گئی۔ تھوڑے عرصہ میں شکل سامنے آئے گی۔

ظہور اعمال کا ایک اور نمونہ | سردیوں میں بعض بچوں کو عادت ہوتی ہے گڑ کھانے کی اور اگر زمینداروں کا گھر ہو تو وہاں گڑ کے ڈھیر لگے رہتے ہیں اور بچے کھاتے رہتے ہیں، ماں باپ روکتے ہیں کہ بھئی گرمی کرے گا، مگر مٹھاس آتا ہے، مزہ آتا ہے، رکتے نہیں، وہ کھایا انہوں نے اور پانچ مہینے تو خوب کھاتے رہے مگر جب گرمی کا موسم آیا اب وہ پھوٹ پھوٹ کر نکلنا شروع ہوا پھوڑے پھنسیاں نکلیں۔ اور پیپ بہہ رہی ہے اب والد علاج کراتے کراتے تنگ آگیا، کہیں مرہم لگا رہا ہے کہیں مصفیات پلا رہا ہے اور کہتا ہے کہ بچے اسی دن کے لئے تو میں روکتا تھا کہ گرمی میں پھوٹ کر نکلے گا، تو یہی گڑ وہاں اس کی شکل مٹھاس کی تھی اور یہاں اسکی شکل ہوگئی پھوڑے کی، تھوڑا سا موسم بدل گیا تو آثار ظاہر ہوئے۔ آج جو بد عملی یہاں کی جا رہی ہے، وہ یہاں ہے لیکن تھوڑا سا وقفہ گذرنے کے بعد جب موت کو یاد کر کے آدمی پہنچے گا قیامت میں وہی پھوٹ پھوٹ کر بدن سے نکلیں گی عذاب الیم کی صورت میں، جو یہاں نکلا تھا وہ وہاں سامنے آجائے گا۔

انسانی نفس اعمال کو نگلتا ہے اور آخرت میں انہیں اگل دیگا۔ | جتنے بھی اعمال ہیں یہ محض سطحی نہیں ہیں بلکہ انسانی نفس ان کو نگلتا ہے۔ اور جزو نفس بناتا ہے نیکی ہو یا بدی جب جزو نفس بن گئیں تو جب نفس اس میدان میں پہنچے گا تو وہی چیزیں جو جو ہر بنائی تھیں نفس کی وہ نکل گئیں تو اللہ تعالیٰ اندر سے بھی نمایاں کر دیں گے عمل کو اور باہر سے بھی عمل کو مجسم بنا کر حجت تمام کر دیں گے۔

صحیح بخاری کے اول و آخر کی نسبت | تو بہرحال امام بخاریؒ نے ابتداء میں عمل کا پہلا سرا بتلا دیا کہ انما الاعمال بالنیات :کہ نیت صحیح کرو، تاکہ عمل صحیح ہو، گویا انما الاعمال بالنیات تو ایک اصولی کلیہ ہے۔ کہ ہر چیز نیت سے معتبر ہوگی، شرعی وجود اور شرعی ثواب نیت سے ہوگا۔ اب اس کلیہ سے ہم نفع کسطرح اٹھائیں تو انتفاع کیلئے دوسرا جملہ رکھا وانما لامرء مانوی آدمی جو نیت کرے گا اس کو وہی پھل ملے گا۔ محض اصول کے درجے میں بات نہیں رہ جائے گی۔ بلکہ عمل کے میدان میں یا ضرر اٹھائے گا یا نفع۔ تو یہ دوسرا اصول ہے انتفاع کے لحاظ سے وہ اصول ہے عقلی اور کلی

© rasailojaraid.com

کوئی آدمی کرے یا نہ کرے وہ اصول اپنی جگہ ہے، اور جب کرے گا، تو انما لامرء مانوی۔ اب اس سے منتفع ہونے کا وقت آیا تو یہ اصول درحقیقت عمل ہی ہے، اور پہلا اصول نظری۔

تیسری چیز | اس کے بعد تیسری مثال جزوی دی کہ فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او الی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ ــــ تو ایک جزوی مثال، ایک عملی اصول ایک نظری اصول یہ تینوں اس حدیث میں جمع کر دیئے گئے، اور مجموعہ سے یہ بات نکلی کہ عمل بغیر نیت کے ہوتا نہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، حتیٰ کہ دنیا میں بھی اگر کوئی مجرم ہو تو بعض اوقات گورنمنٹ کا قانون بھی کہتا ہے اور وکیل بھی کہتا ہے کہ حالات کا تقاضا ہے کہ اسکی نیت بُری نہیں تھی، باقی عمل سرزد ہو گیا تو وہاں تو مدار ہی نیت پر ہے۔ اللہ کی حکومت میں تو اصل باطن ہی کو دیکھا جاتا ہے تو اس حدیث میں تین چیزیں بیان فرمادیں، اور مبدأ بیان کر دیا عمل کا اور دوسری حدیث میں کلمات ارشاد فرمادئے آخیر میں کہ وہ ثمرے سے تعلق رکھتی ہیں، سوال یہ ہے کہ آخر نتیجہ کیا نکلے گا تو اسے ظاہر فرما دیا کہ ثقیلتان فی المیزان خفیفتان علی اللسان - یہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر ہلکے اور میزان عمل پر بھاری ہیں، ہیں ہنسی میں اسکی ایک مثال دیا کرتا ہوں کبھی آپ نے یہ پاپڑ تو کھائے ہوں گے باریک باریک بنتے ہیں کبھی موم کے کبھی ویسے تو میں کہا کرتا ہوں خفیفتان علی اللسان، زبان پر ہلکے مگر معدے میں گئے تو بھاری ہوجاتے ہیں، گڑبڑ پیدا کر دیتے ہیں، یہ مادی غذاؤں میں اس کا مصداق ہے تو اللہ کے ہاں اعمال شریعت میں یہ دو پاک کلمات وہ ہیں کہ زبان پر ہلکے، ادائیگی میں کوئی دشواری نہیں اور نہ ان میں وقت لگے۔ اور میزان کو دیکھو تو وہ پُر ہوجاتی ہے اجر و ثواب سے، تو امام بخاریؒ نے اپنی صنعت سے مبداء بھی بیان کر دیا اور منتہیٰ بھی، مصدر بھی اور مظہر بھی۔ اس واسطے میں نے یہ دو روائتیں پڑھیں کیونکہ یہ مجلس وعظ اور تقریر کی نہ تھی، درس کی تھی۔ توان دو حدیثوں کا کچھ ترجمہ پیش کر دیا اور اصل جو علوم ہیں اور کمالات ہیں وہ تو ہمارے مولانا ہی بیان فرماویں گے آپ کے سامنے، اور علماء ہی کا حق ہے بیان کا، میں نے تو چند باتیں طالبعلمانہ عرض کر دیں کہ تعمیل حکم کے بغیر چارہ نہ تھا۔

دُعا | اب امید ہے آپ حضرات میرے لئے بھی دعا فرمادیں گے، اپنے لئے بھی اور حضرت مولانا (عبدالحق مدظلہ) کیلئے بھی دعا فرمادیں گے کہ جن کی وجہ سے یہ ساری بہار قائم ہے۔ اور یہ باغ و بہار آپکے سامنے ہے اور دارالعلوم دیوبند کو بھی دعا فرمادیں گے کہ اس کو اللہ نے ہمارے لئے ایک نادر علمی بنا دیا ہے، وہاں سے یہ سب گل کھل رہے ہیں اور یہ پھل پھول نکل کر سامنے آرہے ہیں اور حق تعالیٰ ہم سب کا انجام بخیر فرماوے ــ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحبہ اجمعین ■